رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ واسع علیم

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اکدن دیکھنا | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا | میں بھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپے

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی تمام خط و کتابت بنیجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے حقیقۃ الوحی صہ ۶۵

جلد ۳ | ۱۲ فروری ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ | نمبر ۸۸

مدینۃ المسیح

(۱) حضرت اولوالعزم نسبتاً اچھے ہیں *

۲- خان محمد علیخان صاحب کی طبیعت کئی دن سے ناساز ہے۔ بخار تو اب نہیں مگر انتڑیوں میں کچھ خرابی بتائی جاتی ہے *

۳- سرکل ٹورنمینٹ لاہور میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی فٹ بال ٹیم شامل ہوئی تھی جو خالصہ سکول امرتسر سے ہار گئی اس لئے فائنل کا موقعہ ہی نہیں آیا۔

۴- ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب سب اسسٹنٹ سرجن جو ہائی بورڈنگ کی ڈسپنسری میں کام کیا کرتے تھے۔ شب درمیان ۹ و ۱۰ فروری کو ۳ بجے سحری کے وقت بعارضہ نمونیا و فالج فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم خوب آدمی تھے۔ صالح۔ غریب پرور۔ صادق گو نماز باجماعت کے نہایت پابند۔ دار العلوم میں رہتے تھے مگر میں نے سخت جاڑے میں ہمیشہ انہیں اذان فجر سے پہلے مسجد مبارک میں موجود دیکھا ہے حضرت خلیفہ اول کی جو خدمت ایام بیماری میں انہوں نے کی کہ اکثر رات کا حصہ وہ جاگتے گذار دیتے اور بچپاؤنے سے اپنے خدمت بجالانیکو موجب فخر سمجھتے۔ وہ بھی مقیمان قادیان کو معلوم ہے۔ قیام خلافت ثانی کے دن اور اس کے بعد ان کے لئے بہت امتحان کا وقت تھا کیونکہ مولوی محمد علیصاحب سے رشتہ داری بھی تھی۔ اور احسانات کے علاوہ باہم تعلقات بھی گہرے تھے۔ مگر ڈاکٹر صاحب بالکل ان سے الگ ہو گئے۔ اور جب کبھی مجھے ملے۔ ان پیغام والوں کے حال پر رنج و غضب ظاہر کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی عمر غالباً ۷۰ سال تھی مگر بال ابھی زیادہ تر سیاہ تھے۔ آپ کی اولاد بہت سی ہے جنہیں سے پچھلی مرحومہ بیوی کے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں ایک لڑکا اسمٰعیل نام (جو بیمار ہے) اور بابو بشیر وفات کے وقت موجود تھے۔ مرحوم کا جنازہ گیارہ بجے مولانا سرور شاہ صاحب نے بہ جماعت کثیر پڑھا اور مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ اللّٰہم اغفرلہٗ *

اخبار احمدیہ

جنازہ غائب میر احمد صاحب احمدی از موضع علی پور اپنی والدہ صاحبہ کے جنازہ غائب پڑھے جانے کے لئے ملتجی ہیں۔ احباب پڑھدیں

مفتی فضل الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ ممالک یورپ میں احمدیت کا بنیادی پتھر رکھنے والے چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے ۱۰ فروری ۱۹۱۶ء کو۔ لندن سے بعزم قادیان جہاز پر سوار ہوئے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تمام احباب خصوصیت سے انکے بخیریت واپس پہونچنے کے لئے دعا فرماویں *

۲- عمر سلیمہ خاتون زوجہ الطاف علی صاحب احمدی کا جنازہ غائب پڑھا جائے *

ظہور المہدی ۸؍ میں مل سکتی ہے۔ جلد منگوالو *

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان پریس سے زیور طبع پوشید)

چندہ میں باقاعدگی

حیدرآباد دکن سے سید بشارت احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

حسب الایماء سکرٹری صاحب ترقی اسلام چندہ ترقی اسلام کا کم از کم فی روپیہ ۲ پائی کے حساب سے انتظام کیا گیا۔ اور جو صاحب کہ زیادہ دینے والے ہیں انہوں نے اس سے بھی زیادہ کا وعدہ کیا ہے۔ بہرصورت بفضلہ تعالیٰ تمام جماعت کے مرد و زن جو کہ صدر انجمن کا چندہ ادا کرتے ہیں۔ ان سے ترقی اسلام کا علیحدہ چندہ بھی بھجوا لیا ہے۔ انشاء اللہ ماہ فروری سے باقاعدہ کام شروع کر دیا جائیگا نیز اس ضمن میں صدر انجمن احمدیہ کا چندہ بھی ان حضرات سے کہ جو کم دیا کرتے تھے۔ کم از کم فی روپیہ ۴ پائی کے حساب سے لکھوایا گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دیگر ایسی انجمنیں جن میں چندہ کا حسب لخواہ انتظام نہیں۔ وہ بھی بہت جلدی اس طرف متوجہ ہونگی ؂

مونگھیر میں تبلیغ

اخویم محمد شریف صاحب مونگھیر سے لکھتے ہیں کہ میاں حکیم خلیل احمد صاحب کے مکان پر ہفتہ وار جلسہ ہوتا ہے

چند غیر احمدی بھی آجاتے ہیں۔ اور غور سے اختتام لیکچر تک سنتے رہتے ہیں۔ ایک ہمارا دوست جو غیر احمدی ہے وہ بھی شریک جلسہ ہوتا اور درس قرآن کریم میں شامل ہوتا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کی حقیقت اس پر خوب روشن ہوتی جاتی ہے اور بالکل قریب آگیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت مہدویت و مسیحیت کو اچھی طرح مانتا ہے۔ اس کو برادری سے منقطع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ لیکن چونکہ ابھی اس نے بیعت نہیں کی۔ اس لئے مخالفت بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ احمدیت کو قبول کرے اور دین کے مقابلہ میں کسی دنیاوی مخالفت کی پرواہ نہ کرے ؂

مونگھیر کے متعلق بذریعہ حکیم خلیل احمد صاحب اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج کل بفضلہ تعالیٰ یہاں تبلیغ کا سلسلہ بہت اچھی طرح جاری ہے ہر ہفتہ میں عاجز کی بیٹھک پر تبلیغی تقریریں ہوتی ہیں اور غیر احمدی بھی شوق سے شریک ہوتے ہیں۔ بلکہ منتظر رہتے ہیں کہ پھر کب تقریر ہوگی اور خدا کے فضل سے بہت سے لوگ قریب آگئے ہیں۔ درس قرآن کا سلسلہ صبح کے وقت تھا۔ لیکن اکثر لوگوں کے اصرار پر چونکہ اسکول۔ کچہری اور فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں بعد مغرب کے درس دینا شروع کر دیا ہے۔ اور صبح کا درس بھی ہوا کریگا ؂

بنک کی ملازمت جائز ہے

ایک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے بذریعہ عریضہ دریافت کیا کہ دیہاتی بنکوں میں سرکاری ملازمت ملتی ہے جن کا تمام روپیہ سودی ہوتا ہے کیا جائز ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں لکھایا کہ بنک کی ملازمت ٹھیک کر لیں ؂

اخبارات کے متعلق ایک تجویز

ایک صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ ہماری جس قدر اخبار ین دارالامان سے نکلتی ہیں۔ ان میں کم و بیش سب مضامین ایک جیسے نکلتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی اشاعت میں ترقی نہیں ہوتی۔ جب کہ انسانی مذاق کی سب باتیں ایک ہی اخبار مہیا کر دے تو دوسری کے خریدنے کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے میں یہ تجاویز پیش کرتا ہوں۔

(۱) فاروق کو پیغام پارٹی کے لئے مخصوص کر دیں۔ تمام ہدایات و مضامین در بارہ پیغامیوں کے اس میں نکلا کریں۔ اور ایڈیٹر فاروق خاص اپنے دورہ کے تبلیغی مضامین بھی اپنی اخبار میں نکال سکتا ہے ؂

(۲) الفضل میں حضور کی تمام تقاریر در بارہ تبلیغ سلسلہ درج ہوا کریں۔ یا جس قدر بندگان سلسلہ کے تبلیغی مضامین آیا کریں۔ وہ سب کا متکفل ہو ؂

(۳) نور میں سکھ مذہب اور آریہ دھرم اور ایڈیٹر کے خاص اپنے دورہ کے مضامین درج ہوا کریں ؂

(۴) باقی تمام تبلیغی مضامین در بارہ اشاعت ٹریکٹ ہا اردو انگریزی ریویو و کتب سلسلہ انجمن ترقی اسلام کے تحویل میں ہیں

(۵) رسالہ احمدی خاتون ہفتہ وار کر کے تمام احمدی خاتونوں کے نام جاری کیا جائے۔ اس میں سب مضامین مستورات کے متعلق تبلیغی رنگ میں ہوں ؂

اخبار دنیا سب اخبار اپنے کالموں میں شائع کر سکتے ہیں۔ تاکہ دنیاوی معلومات سے خریدار حظ حاصل کر لیا کریں جس اخبار میں ایک مضمون نکل جائے۔ دوسرا اس کو نہ لے ؂

میرے خیال ناقص میں اس سے بہت فائدہ ہوگا جب ایک اخبار سے تمام باتیں حاصل نہ ہو سکیں گے۔ تو ضرور ہر شخص کو جو احمدی اور سچا احمدی ہے تمام اخبار خریدنے پڑینگے تب جا کر اس کے احمدی قلب کو روحانی غذا میسر ہوگی۔ اس طرح اخباروں کی اشاعت زیادہ ہوگی۔ اور تبلیغ بھی بکثرت اور وسیع پیمانہ پر ہوگی۔ یورپ دیگر غیر ممالک میں بھی نمونہ جایا کرے ہر اخبار جا بجا مضامین جو اس کے خاص موضوع کے ہوتے ہیں نکلتا ہے۔ اگر حضور چاہیں بذریعہ اخبارات پبلک سے بھی استفسار فرما سکتے ہیں۔ گو جو حضور کا فیصلہ ہوگا۔ وہ ہم سب کو بسر و چشم منظور و قبول ہے۔ (ایڈیٹر) اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو ان تجاویز پر کم و بیش پہلے ہی عمل ہو رہا ہے بعض مضامین کا مشترک ہونا لازمی ہے۔ اور ضروری سمجھ کر ایسا کیا جاوے ؂

مونگھیر سے ایک سیاہ جھوٹ بکروہ افتراء کا اعلان

ایک اشتہار میری نظر سے گذرا ہے جس کا مشتہر محمد عبدالرحمن قادری مجددی عظیم آبادی مقیم مونگھیر ہے اس میں لکھا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے مرزا محمود مونگھیر میں آنیوالے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے۔ کیونکہ مولوی عبدالشکور مدیر النجم اور مولوی سید مرتضیٰ حسن تشحیذ الاذہان اور حقیقۃ النبوت پر بالمواجہ ریویو کرینگے تاکہ ان کے ابا کی نبوت کا ذبہ عامہ و خاص کو دیکھائی جائے ہم اس کے جواب میں بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ حضور نے مونگھیر جانے کے لئے کوئی عزم نہیں فرمایا۔ اور باقی رہا ثبوت نبوت حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم سو اس کے لئے بہت سے خدام فضل عمر مونگھیری میں موجود ہیں۔ جن کو کچھ زعم ہو۔ وہ ان کے مقابل پر آئیں اور حقیقۃ النبوۃ پر دجس کے مخاطب گو غیر احمدی نہیں) اعتراض کر کے جواب لیں۔ خیر اس اعلان سے ان مولویوں کے تقویٰ و طہارت کی قلعی تو کھل گئی کہ انہیں حدیث کفی بالمرء کذبا کا پاس ہے نہ تحقیق حق سے غرض۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین کا ڈر۔ اس اشتہار پر جو اشتہار چھپے ہیں کیا ہی پہلے تحقیق تو کر لیتے کہ یہ خبر درست بھی ہے یا غلط خیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نے تو پورا ہونا ہی تھا۔ کہ آخری زمانے کے علماء کی حالت بہت خراب ہوگی۔ کاش کوئی اسی سے مسیح موعود کی بعثت کے وقت پر غور کریں ؂

....

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان ۱۲ فروری ۱۹۱۶ء

کیا غیر احمدی قرآن جانتے ہیں؟
نمبر (۲)

جس طرح ہم نے گذشتہ پرچہ میں بتایا تھا کہ ابوالکلام صاحب نے ہذا من عمل الشیطان کے معنے کرنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اسی طرح اس پرچہ میں یہ بتائینگے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

ابوالکلام کے نزدیک حضرت موسیٰ کی بعثت کا مقصد

"قرآن حکیم تمہارے سامنے موجود ہے۔ خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی نہ اس کی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں نہ اوسکی سیہ کاریوں کا جائزہ لیا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعوت کا صرف ایک ہی مقصد بتاکر رخصت کیا۔ اذھب الیٰ فرعون انہ طغیٰ فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بڑا سرکش اور ظالم ہوگیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے۔ اور انہوں نے بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ ان ادوا الیٰ عباد اللہ انی لکم رسول امین۔ خدا کے بندوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو مجھے واپس دے دو۔ جسے تم نے اپنا محکوم بنا رکھا ہے میں تمہارے پاس ایک امانت دار رسول بنکر آیا ہوں تمنے غور کیا۔ یعنی حضرت موسیٰ نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں کہا کہ فسق و فجور چھوڑ دو گناہ اور شرارت سے باز آجاؤ۔ نیک زندگی اختیار کرو۔ پاک طریقوں پر عمل کرو۔ بلکہ اولین مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں کے پاؤں میں تمنے اپنی محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈالدی ہیں انہیں چھوڑ دے اور مجھے واپس دیدے"۔

یہ کہنے والا انبیاء کی بعثت کا مقصد نہیں سمجھا

ایک نبی کی غرض بعثت کو یہاں تک محدود کرنا۔ کہ وہ انہوں نے بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ خدا کے بندوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو مجھے واپس دے دو" ایک ایسا حملہ ہے جس کی وزنیت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جن کے دل و دماغ میں انبیاء کی صحیح قدر و قیمت لگانے کا مادہ موجود ہو۔ کیونکہ کبھی نبی کے آنے کی صرف یہی غرض کبھی نہیں ہوئی۔ کہ وہ جور اور استبداد کی زنجیروں کو توڑ کر لوگوں کو آزاد اور خود مختار بنا دے۔ اور نہ ہی صرف یہی غرض ہونی بھی چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو ایک ایسا کام ہے جسے بہت سے ایسے لوگوں نے بھی انجام دیا ہے۔ جو منصب نبوت کے رتبہ سے بالکل نابلد اور محض کورے تھے۔ کیا دنیا کی نظروں میں نپولین بوناپارٹ کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اس نے اپنی قوم کو آزادی اور حریت کا سبق پڑھایا۔ پھر اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی غرض بھی صرف یہی قرار دی جائے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرایا تو بتائیے کہ آپ کا درجہ نپولین کے برابر ہوا یا بڑھ کر؟ لیکن اس میں تو کسی کو بھی کلام نہیں کہ نپولین نے نہ نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور نہ اُسے کوئی نبی قرار دیتا ہے۔ پس جس کام کو ایک غیر نبی کر سکتا ہے۔ صرف اُسی کے کرنے کے لئے ایک عظیم الشان نبی کو بھیجنا خدا تعالیٰ کے حکیم اور علیم ہونے کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی نبی صرف اس کام کے لئے نہیں آیا۔

انبیاء کی بعثت کیوں ہوتی ہے؟

بلکہ تمام انبیاء کی ہر ایک دعوت کا مقصد اور صرف ایک ہی مقصد خدا نے خود یہ فرمادیا ہے کہ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہمنے تجھ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اسی غرض اور غایت کے لئے کہ ہمنے اسے وحی کی۔ ہمارے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ پس سب لوگوں کو کہدو کہ اسی کی عبادت کرو۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے ہر ایک نبی کے مبعوث فرمانے کا یہ مقصد اور مدعا بتا دیا ہے کہ اس کا اصل کام لوگوں کو خدا کی وحدانیت منوانا ہوتا ہے تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کی طرف بھیجے جانے کا یہی مقصد کیوں نہ قرار دیا جائے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے نبی ہیں اور ضرور ہیں تو انکی غرض بھی یہی ہونی چاہیئے اور ہے۔ جس کا ثبوت انشاء اللہ قرآن کریم سے ہی دیا جائیگا۔ ابوالکلام صاحب کو ان ادوا الیٰ عباد اللہ انی لکم رسول امین سے یہ دھوکہ لگا ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جاکر کہا ہے کہ خدا کے بندوں کو مجھے واپس دے دو۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوکر آیا ہوں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ انکی بعثت کی غرض یہ تھی کہ وہ اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے آزاد کریں۔

بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا مطالبہ بھی توحید و تزکیہ نفس کے لئے تھا

لیکن اگر قرآن شریف کی دوسری آیات پر غور کیا جاوے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کہنا صرف اس غرض کے لئے نہ تھا کہ میری قوم محکوم نہ رہے حاکم بنجائے بلکہ اسی مقصد کے لئے تھا۔ جو انبیاء کا خدا تعالیٰ نے بتایا ہے یعنی وحدانیت کی تعلیم دینا۔ چونکہ فرعون کے ڈر اور خوف کی وجہ سے کوئی شخص آپ کی تعلیم پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ آپ پر ایمان لا سکتا تھا اس لئے آپنے اپنی قوم کو اس کے قبضہ سے نکالنا چاہا۔ دیکھئے! خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فما امن لموسیٰ الا ذریۃ من قومہ علیٰ خوف من فرعون وملائھم ان یفتنھم۔ پس وہ لوگ تو موسےٰ پر ایمان نہ لائے۔ مگر اس کی قوم کی اولاد ایمان لے آئی۔ وہ لوگ فرعون کے خوف سے اور اس کے سرداروں کے ستانے کے ڈر سے ایمان نہ لائے۔ پس اس آیت نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو فرعون سے مانگنا کیا مقصد اور مدعا رکھتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں ان کی قوم کی آزادی اور مخلصی بھی ضرور تھی۔ لیکن اصل مدعا وہی تھا۔ جسکے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے یعنی اپنی قوم کو خدا پرست بنانا۔ اور یہ اس وقت تک پورا نہ ہو سکتا تھا۔ جب تک کہ فرعون کے ماتحت ان کی قوم تھی۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا دعوےٰ پر دوسری دلیل!

پھر اگر قرآن کریم کی دیگر آیات پر غور کیا جائے تو بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو جاکر کہا۔ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ ہم تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس رسول ہوکر آئے ہیں۔ پس ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو۔ اسکے جواب میں فرعون کہتا ہے۔ فمن ربکما یموسیٰ۔ اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے۔ اگر حضرت موسیٰ اپنی قوم کو اس غرض کے لئے وہاں سے لیجانا چاہتے تھے۔ کہ انہیں آزادی دلائیں۔

اور سیاست دلائیں۔ تو ضرور تھا کہ ان کی اس غرض کو فرعون بہت جلدی سمجھتا۔ کیونکہ وہ حکمران تھا۔ اور اس کی سلطنت کو اس سے ضعف پہنچتا تھا۔ لیکن اس نے یہ نہیں سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سیاست یا آزادی کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ بلکہ یہی کہا ہے کہ تمہارا رب کون ہے۔ پس جبکہ اس نے واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ اور ان حالات سے گذرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا۔ تو اب کسی کا کیا حق ہے کہ کئی سو سال کے بعد اس نتیجہ تک پہونچے؟

تیسری دلیل پھر دیکھئے جب فرعون اپنی ناکامی کا انتہائی منظر دیکھ رہا تھا اور اپنی اُمیدوں کی تباہی اور خواہشوں کی بربادی اس کے پیش نظر تھی۔ اور تمام ظاہری سازوسامان اسے جواب دے چکے تھے۔ یعنی جبکہ وہ غرق ہو رہا تھا۔ تو اس کے منہ سے جو آخری الفاظ نکلے۔ وہ یہ تھے کہ آمنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین۔ میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں ہے۔ مگر وہی جس پر کہ بنی اسرائیل ایمان لائے۔ اور میں بھی انہی مسلموں میں سے ہوتا ہوں۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض بعثت بنی اسرائیل کو آزاد کرانا سمجھتا تو آخری دم میں اپنے آپ کو ایسا نہ گراتا۔ کہ میں اس خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ جس پر بنی اسرائیل لائے۔ کیونکہ اس کی نگاہ میں بنی اسرائیل ایک ذلیل ترین مخلوق تھی۔ بلکہ یہ کہہ دیتا کہ میں بنی اسرائیل کی آزادی میں روکیں نہیں ڈالوں گا۔ اس میں اس کے لئے کوئی ذلت بھی نہ تھی۔ لیکن اس نے یہ نہیں کہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب اچھی طرح سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰ کے مبعوث ہونے کی غرض لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دینا ہے۔ اسی لئے تو اس نے مرتے وقت اس تعلیم کو قبول کرنے کا اقرار کیا۔ اب اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اسے حضرت موسیٰ کی آمد کی غرض سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ واسطے اس نے یہ کہا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اس کو اس وقت کیا جواب دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ کیا اب جبکہ تو اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا ہے۔ ایمان لاتا ہے یہ تیرا ایمان لانا کسی کام کا نہیں کیونکہ تو اس ہلاکت میں گرفتار ہونے سے پہلے بہت نافرمانی کر چکا ہے۔ اور اسطرح تو نے دنیا میں فتنہ و فساد پھیلایا ہوا تھا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون سے وہی تعلیم منوانے کی کوشش کرتے رہے ہیں جس کا اس نے غرق ہونے کے وقت اقرار کیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کو تزکیہ نفس کے لئے فرمایا اب جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو توحید کی دعوت دی ہے۔ تو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس کی سیاہ کاریوں سے بھی اُسے متنبہ کیا تھا۔ ابوالکلام صاحب نے اذھب الی فرعون انہ طغٰی کو تو لے لیا ہے۔ اور بڑے زور سے اس بات کا دعوےٰ کر دیا ہے کہ خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی۔ نہ اس کی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں نہ اس کی سیہ کاریوں کا جائزہ لیا۔" لیکن اس سے اگلی آیات کو دیکھنے کی تکلیف نہیں فرمائی۔ تا اتنی بڑی ٹھوکر نہ لگتی۔ اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ فقل ھل لک الی ان تزکّٰی۔ اے موسیٰ فرعون کے پاس جاؤ۔ اور جاکر اُسے کہدو کہ کیا تو نہیں چاہتا کہ جن گندوں اور پلیدیوں میں تو گرفتار ہے اُن سے پاک ہو جائے۔ واھدیک الی ربک فتخشٰی اور میں تجھے وہ سیدھی راہ دکھاؤں جو تیرے رب تک پہنچتی ہے تا تو ان باتوں کے کہنے اور کرنے سے ڈرے جو اب کہتا اور کرتا ہے۔ ان آیات کو پیش کر کے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا فرعون کو اس کے گندوں اور پلیدیوں سے پاک کرنے کی طرف متوجہ کرنا اور اسے اس کے رب کی راہ دکھانا اسے توحید کی تعلیم دینا اس کی شراب کی بوتلوں کو توڑنا اور اس کی سیہ کاریوں کا جائزہ لینا نہ تھا۔ کیا صرف یہی بات کہ ھل لک الی ان تزکّٰی۔ کیا تو نہیں چاہتا کہ پاک ہو جائے۔ اس کی تمام سیہ کاریوں اور بداعمالیوں کی پردہ دری نہیں کرتی۔ اور اسے ان کا مرتکب قرار دیکر ان سے بچنے کی طرف متوجہ نہیں کرتی۔ کیا اس کہنے کے بعد بھی اسکو شراب کی بوتلوں اور سیاہ کاریوں کی نسبت اور کہنے کی حاجت رہتی ہے پھر کیا اھدیک الی ربک فتخشٰی کی اطلاع دینے کے بعد بھی وحدانیت اور پاکیزگی کی تعلیم دینے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو کسطرح یہ مان لیا جائے کہ فرعون کو توحید کی تعلیم نہیں دیگئی۔ اور نہ اُسے سیہ کاریوں سے منع کیا گیا ہے۔

چوتھی دلیل پھر دیکھئے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کے جواب میں یہ کہا ہے کہ انا ربکم الاعلےٰ۔ تم مجھے کسی رب کی کیا راہ بتاؤ گے۔ میں تو تمہارا بھی سب سے بڑا رب ہوں۔ اگر اُسے توحید کی تعلیم نہیں دی گئی تھی اور اسے شرک سے متنبہ نہیں کیا گیا تھا۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی ربوبیت کی ہانک لگاتا ہے۔ اور سارے سوالوں کا یہی جواب دیدیا۔ جسکے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ:۔ فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولٰی۔ پس اللہ کے آخرت اور دُنیا کے عذاب نے اس کو پکڑ لیا۔ یعنے اس کی تباہی اور ہلاکت کا یہی باعث ہُوا کہ اس نے توحید خدا کا اقرار نہ کیا اور سیہ کاریوں سے تائب نہ ہُوا۔ بلکہ خود خدا بنا۔ اور بڑے زور سے اسبات کا دعوےٰ کیا کہ یایھا الملا ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ اے سردارو! میرے نزدیک تمہارے لئے میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے فرعون کو غرق ہی اس لئے کیا کہ اس نے توحید کو قبول نہ کیا تو یہ کہنا کس قدر لاعلمی پر دلالت کرتا ہے کہ اسے توحید کی تعلیم ہی نہیں دیگئی۔

خاتمہ اُمید ہے۔ کہ ہماری اس منصفانہ تنقید کو پیش نظر رکھ کر ابوالکلام صاحب اپنے مضمون پر نظر ثانی کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ہاں یہ بات مدنظر رہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ سیاست دین میں داخل نہیں۔ اور نہ ہم اسبات سے انکار کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے گئے تھے۔ بلکہ ہمارا یہ دعوےٰ ہے کہ حضرت موسیٰ کی بعثت کی اوّلین غرض توحید اور تزکیہ نفس تھا۔ اور اس کے حصول میں جو روکیں تھیں۔ انہیں ہٹانے کے لئے آپنے ارسل معی بنی اسرائیل کا مطالبہ کیا اور فرعون کو بھی پہلی دعوت یہی دی کہ وہ اس رب السموات والارض پر ایمان لائے۔ اور اپنی سیہ کاریوں سے تائب ہو کر پاک زندگی اختیار کرے۔

کیا کوئی صاحب ممنون فرمائیں گے؟

مجھے عیسائیت کے متعلق ایک مضمون لکھنے کے لئے اس بائبل کی ضرورت ہے جو ۱۸۸۳ء میں امریکن مشن پریس لودھیانہ میں چھپی تھی۔ اگر کوئی صاحب مستعار مرحمت فرمائیں تو نہایت شکریہ کے ساتھ واپس کر دیجائیگی۔ اور اگر قیمتاً دینا چاہیں تو جو بہ مطلع فرمائیں بہت جلدی ضرورت ہے۔ خاکسار غلام نبی (بلانوی) اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

دنیا میں مردہ کا زندہ ہونا

حضرت مسیح کی وفات کے بعد اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جس میں غیر احمدیوں سے ہمارا قرآن شریف کے رو سے بہت بڑا اختلاف ہے۔ تو وہ مردہ کا اسی دنیا میں زندہ ہونے کے متعلق ہے۔ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ مردہ دنیا میں زندہ ہو سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ایسا کرتا رہا ہے۔ اپنی اس بات کے ثبوت میں وہ قرآن شریف کے جن واقعات کو پیش کیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ بھی ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندوں کے متعلق ہے۔ لیکن ہمارا اعتقاد ہے۔ اور قرآن شریف کے مطابق اعتقاد ہے۔ کہ کوئی مردہ دنیا میں زندہ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے وہ الفاظ جن سے اس قسم کا نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ ہرگز ہرگز اس کے متحمل نہیں ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی چار جانور مردہ سے زندہ نہیں ہوئے اسی واقعہ کے متعلق اخبار اہلحدیث میں مختلف اشخاص نے مضمون لکھے ہیں۔ اور یہ ایک عمدہ بات ہے۔ کہ علمائے اہلحدیث مذاکرہ علمیہ میں خوب دلچسپی لیتے ہیں۔ اس سلسلہ مضامین کا آخری مضمون جو ۲۸ ربیع الاول کے اہلحدیث میں شائع ہوا ہے۔ اس میں جو کچھ اس بارہ میں لکھا گیا ہے۔ وہی ہمارا مذہب ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ

"اس کے بعد اولیاء اللہ کے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ جن کو اطمینان قلب کے سوال پر دوسری دلیل یعنی عقلی سے مطمئن فرما دیا۔ اور وہ یہ تھی کہ چار پرندوں کو اپنے سے مانوس کر کے الگ الگ چار پہاڑوں پر چھوڑ کر ان کو اپنی طرف بلانا۔ اور ان کا دوڑتے ہوئے چلے آنا"

پھر لکھا ہے۔ کہ۔

"دلیل آخری یعنی قصہ طیور اس پر مبنی ہے۔ کہ چند طیور کے صرف ہل مل جانے سے ان طیور کو یہ محبت پیدا ہوتی ہے کہ وہ بلانے سے دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ حالانکہ بلانیوالا نہ خالق ہے۔ نہ مالک۔ نہ رازق۔ پس جو فانی عالم اور موجد موجودات ہے۔ جبکہ وہ اپنی مخلوق کو بلائیگا۔ تو کیوں نہ سب اس کے حضور حاضر ہونگے"

اس واقعہ کے ساتھ چونکہ یہ بھی آیا ہے۔ کہ واعلم ان اللہ عزیز حکیم۔ تو جان لے کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اس لئے غیر احمدی کہا کرتے ہیں۔ کہ چونکہ مردہ جانوروں کو زندہ کیا گیا تھا۔ اس لئے خدا نے اپنی حکمت غالبہ کا اظہار کیا ہے۔ اس کا جواب بھی اسی مضمون میں دیا گیا ہے۔

"کہ قدرت کے عجز وغیرہ کا سوال بالکل غیر ضروری ہے۔ قدرت الٰہی کا کوئی منکر نہیں۔ بحث صرف اسی میں ہے۔ کہ آیا الفاظ قرآنی سے قطع وجذا وغیرہ نکلتا ہے یا نہیں سو بحمد اللہ قطع وجذا کسی لفظ سے نہیں نکلتا"

ہمیں امید ہے۔ کہ اگر علماء اہلحدیث مسئلہ وفات مسیح پر بھی سلامت روی سے محض احقاق حق کے لئے بحث کریں اور قرآن شریف کے الفاظ پر غور کریں تو ضرور اس کے بھی قائل ہو جائیں۔ وفات مسیح کے متعلق جب دلائل قرآنیہ اور شواہد عقلیہ سے ناطقہ بند کیا جاتا ہے۔ تو غیر احمدی کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ کیا خدا میں طاقت اور قدرت نہیں ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھا لے۔ ایسے لوگوں کو ہم وہی جواب دیا کرتے ہیں جو مندرجہ بالا اقتباس میں دیا گیا ہے یعنی یہاں خدا کی قدرت کے عجز کا سوال نہیں بلکہ سوال تو یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کے الفاظ کیا کہتے ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھکر بہت جلد فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کیا کسی اہلحدیث سے ہم اس بات کی توقع رکھیں

کیا آنحضرت صلعم کثرت رائے پر عمل کرنے کے پابند تھے

پیغامی امیر نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو پیغام مورخہ ۶ فروری میں چھپا ہے۔ کہا ہے کہ۔

"لوگ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ حکم تو ہے مشورہ کا لیکن مشورہ کے بعد کام وہی کرو۔ جو اپنی منشا ہو۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو آپکی رائے ہے۔ کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا چاہیئے۔ اب اگر اپنا ہی منشا پورا کرنا ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تو اولین حق تھا کہ کثرت رائے کی پروا نکر کے اپنی ہی رائے کی پیروی کرتے لیکن نہیں آپ کثرت رائے کے پیچھے چلتے ہیں۔ اور باہر نکل کر کھڑے ہوتے ہیں"

جس طرح امیر پیغام نے اور بہت سے موقعوں پر صریح بے علمی کا ثبوت دیا ہے۔ اسی طرح اس موقعہ پر بھی دیا ہے یہاں اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کی بات مانکر باہر نکل کر جنگ کرنے سے یہ قرار دے لیا ہے۔ کہ چونکہ آپ نے ان سے مشورہ لیا تھا۔ اور انہوں نے باہر نکلکر جنگ کرنیکا مشورہ دیا تھا اسلئے آپ (نعوذ باللہ) آپ اسبات کیلئے مجبور تھے۔ کہ یہی کرتے لیکن اس واقعہ پر نظر کرنیسے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ بات نہیں ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ چلو باہر چلکر مقابلہ کرینگے۔ تو صحابہ نے اپنی اس تجویز کی خامی کو سمجھکر حضرت کی اور کہا جس طرح آپ کہتے تھے۔ اسیطرح کیا جائے لیکن آپ نے فرمایا کہ جب نبی ہتھیار پہن لیتا ہے۔ تو پھر نہیں اتارتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے مشورہ سے مجبور ہو کر ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہیں اسبات کا عملی طور پر بھی سبق دینا چاہا۔ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ وہی درست اور ٹھیک ہوتا ہے چنانچہ اس جنگ کا جو کچھ نتیجہ ہوا۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ گویا اسطرح کی شکست ہوئی اس سے صحابہ کو یہ سبق مل گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو بلا چون وچرا مان لینا انکے لئے آسان تر ہو گیا۔ یہی مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی رائے کے مطابق باہر نکلکر جنگ کرنیکا تھا۔ اور اس طرح الٰہی تدبیر کے مطابق آپکی رؤیا بھی پوری ہونی تھی۔ آپ انکے مشورہ سے مجبور ہو کر ایسا کرنیکے لئے تیار نہیں ہوئے تھے۔ اور ایسا کہنا آپ کی بہت بڑی ہتک کرنا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے۔ کہ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان (صحابہ) سے معاملات میں مشورہ لیلیا کرو پس جس بات کا تم ارادہ کر لو۔ اس کو خدا پر توکل کر کے کر لیا کرو خواہ شوریٰ کی اس کے خلاف ہی رائے کیوں نہ ہو۔ پس جبکہ قرآن کریم آپکے متعلق فرماتا ہے۔ کہ آپ کثرت رائے کے پابند نہیں ہیں۔ تو پھر یہ کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے۔ کہ آپکو اسکا پابند قرار دیا جائے۔ پھر خدا تعالےٰ آپکو فرماتا ہے۔ کہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ایسی صریح آیات کے ہوتے ہوئے بھی اگر امیر پیغام آپ کی نسبت وہ کچھ کہتا ہے۔ جو نہیں کہا گیا۔ تو یہ اس کی حد درجہ کی لاعلمی پر دال ہے ؛

اطلاع ضروری

جن احباب نے وی پی واپس کئے ہیں ان کے نام کا الفضل امانت میں ہیگا یعنی نہیں بھیجا جائیگا جب تک کہ وہ مطلوبہ رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجا دیں (ب) یا مکرر وی پی کی اجازت نہ دیں (ج) یا ادا [illegible] ۱۵ فروری [illegible]

ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد

تصدیق المسیح

(گزشتہ سے پیوستہ)

دوسری آیت آپنے یہ پیش کی ہے۔ میں اُسکو مفصل یہاں لکھتا ہوں:۔ ماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً ط

مخالفین کے معنے آپ لوگ عام طور پر اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ نہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا۔ اور نہ صلیب دیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ کے مشابہ بنایا گیا۔ ایک اور آدمی اور تحقیق جو لوگ جھگڑتے ہیں۔ اس بارہ میں وہ شک میں ہیں۔ ان کو کوئی علم نہیں۔ مگر اتباع الظن کرتے ہیں۔ اور یقیناً انہوں نے اسکو قتل نہیں کیا بلکہ اُٹھا لیا اسکو اللہ نے اپنی طرف اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب میں مگر کہ وہ حضرت عیسےٰ پر ایمان لائیگا حضرت عیسیٰ کے مرنے سے پہلے اور قیامت کے دن حضرت عیسےٰ ان کے خلاف گواہی دینگے (شہد علیہ کے معنے دوسرے کے خلاف گواہی دینے کے ہوتے ہیں۔ نمونے اور نگران کے معنے بھی ہوتے ہیں مگر وہ معنے یہاں چسپاں نہیں ہوسکتے)

ان معنوں پر ہماری جرح ہم کہتے ہیں کہ کئی وجوہ سے یہ معنے غلط ہیں۔ اول یہ جو کہا جاتا ہے۔ چونکہ نہ وہ مقتول ہوئے۔ اور نہ مصلوب۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ زندے ہی اٹھائے گئے ہیں ہم کہتے ہیں کیا قتل اور صلیب ہی دو ذریعہ موت کے ہیں۔ اور کسی ذریعے سے موت نہیں آتی؟ جب طبعی طور پر بھی انسان مرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صرف ان دو ذریعوں کے نہ پائے جانے سے انکو زندہ مانا جاتا ہے وہ دو ذریعے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہیں پائے جاتے آپ کو کیوں نہیں زندہ مانا جاتا۔ حالانکہ وارفعنی والی دُعا بھی آپ ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ اور اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ کا بھی قرینہ قویہ موجود تھا۔ اگر کہا جائے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت ہو۔ اسلئے اگرچہ وہ دو ذریعے موت کے انمیں نہیں پائے جاتے۔ ہم انکو زندہ نہیں مان سکتے تو میں کہتا ہوں کہ اگر آپ آنحضرت صلعم کی وفات ثابت کر سکتے ہیں تو صرف احادیث سے۔ اور ہم حضرت عیسےٰ کی وفات قرآن کریم سے ثابت کرتے ہیں (چونکہ خدا تعالیٰ علیم اور حکیم ہے اس نے کسی اور نبی کی وفات کا ذکر قرآن میں نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو صرف حضرت عیسےٰ کی وفات کا اس میں یہ راز ہے کہ اسکے علم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر ایک ایسا وقت آنیوالا تھا کہ حضرت عیسےٰ کو زندہ ماننے کا مرض عام طور پر انمیں پھیلنے والا تھا جسکی وجہ سے عیسائیوں کو ایک بڑا موقعہ مسلمانوں کو مرتد کرنے کا ملنا تھا۔ اس لئے خدا نے ایک جگہ نہیں کئی جگہ ان کی وفات کا ذکر کیا۔ تو پھر کیوں حضرت عیسیٰ کو حضرت نبی کریم کی طرح وفات یافتہ نہیں مانا جاتا) لہذا قتل اور صلیب کے نہ پائے جانے کو حضرت عیسیٰ کی حیات کی دلیل بنانا غلط ثابت ہوا ۔

ولکن شبہ لھم کے معنوں پر جرح اس کے آگے ولکن شبہ لھم ہے۔ جسکے معنے یہ کئے جاتے ہیں کہ کوئی دوسرا آدمی حضرت عیسیٰ کے مشابہ بنایا گیا۔ اول تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا قرآن کریم کی رُو سے ایک شخص دوسرے شخص سے ایسا ہمرنگ اور ہم زبان ہو سکتا ہے کہ تیسرا آدمی کچھ تمیز ہی نہ کر سکے۔ خدا تعالیٰ پارہ ۲۱ سورۂ روم کے تیسرے رکوع میں فرماتا ہے:۔ ومن ایٰتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم۔ کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے نشانات میں سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا ایک بڑا نشان ہے۔ اسی طرح یہ بھی اس کا ایک بڑا نشان ہے کہ اس نے تمہاری زبانیں الگ الگ بنائی ہیں اور تمہارے رنگ بھی الگ الگ بنائے ہیں۔ پس معلوم نہیں کہ مولوی صاحبان ایسی ناجائز بات کو ثابت کرنے کی کوشش میں کیوں لگے ہوئے ہیں جس سے کہ قرآن کریم کی اور خدا تعالےٰ کے ایک بڑے نشان کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسلئے قرآن کریم کی رُو سے کوئی اور شخص مسیح کے ہمرنگ اور ہمزبان نہیں ہو سکتا۔ پھر عقلاً بھی انسان سوچ سکتا ہے کہ کم از کم وہ دوسرا شخص جو مسیح کے مشابہ بنایا گیا تھا۔ منہ سے اتنا کلمہ تو نکالتا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ مسیح کو تو چھت کے راستہ سے فرشتے اُٹھا لے گئے ہیں۔ جہاں پر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ پر بیسیوں حملے کئے ہیں یہ بھی کسی کتاب میں لکھتے۔ کہ جب ہم عیسیٰ کو صلیب دینے لگے تو جان بچانے کے لئے کہتا تھا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں یا عیسائیوں کی کتابوں میں ہی ذکر ہوتا۔ معلوم نہیں یہ من گھڑت مسئلہ کیوں بنایا گیا ۔

صلیب پر لٹکائے جانے میں شک نہیں شاید اس لئے کہ یہ تو یقینی بات ہے کہ ایک شخص کو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا تھا۔ چونکہ مسیح تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں ان کی ہتک ہے۔ اگرچہ زندہ بچ جانا بھی مان لیا جائے اس لئے کوئی ان کا شبیہ بنایا گیا ہوگا مگر میں کہتا ہوں کہ حضرت یوسف کو قید خانے میں ڈالتے ہوئے مولوی صاحبان کو ہتک کا خیال کیوں بھول جاتا ہے۔ پھر حضرت سید المرسلین کا طائف کا واقعہ تسلیم کرتے ہوئے کیوں ہتک کا لفظ یاد نہیں رہتا۔ نبی کریم تو سر سے لے کر پاؤں تک پتھروں کی وجہ سے خون خون ہو گئے تھے۔ لہذا حضرت عیسیٰ کے متعلق تین چار گھنٹہ کی صلیبی تکلیف جیسا کہ یہود اور عیسائیوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ تسلیم کرنے میں انکی ہتک ہے۔ مومن کا انجام کامیابی اور نصرت ہوتی ہے اس انجام کی طرف توجہ دلانے کے لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ والعاقبۃ للمتقین۔ کہ انجام نیک متقیوں کے حق میں رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ تین چار گھنٹہ حضرت عیسےٰ کا صلیب پر لٹکا رہنا تسلیم کیا جائے تو نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ تورات کی رُو سے لعنتی ٹھہرتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ صلیب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس کو اس پر لٹکایا جاتا تھا۔ اس کی صُلب یعنی پیٹھ کی ہڈی توڑ دی جاتی تھی۔ جس سے انسان مر جاتا تھا۔ پس صلیبی موت لعنتی موت ہے نہ کہ صلیب پر لٹکنا۔ اس لئے یہودی نہیں کہتے کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر لٹکایا۔ بلکہ کہتے ہیں:۔ انا قتلنا المسیح۔ کہ ہم نے اس کو مار دیا۔ اور خدا تعالےٰ نے بھی یقیناً کا لفظ قتل کے ساتھ لگایا تاکہ کوئی صلیب کے معنے صرف لٹکانے کے نہ لے۔ بلکہ اس سے مراد صلیبی موت ہے۔ اور قتل کا لفظ تلوار کے ساتھ مخصوص نہیں۔ مثلاً ان مما ینبت الربیع ما یقتل حبطا او یلم مشکوٰۃ کتاب الرقاق صفحہ ۴۴۲ آپ اس واقعہ کو انجیل میں پڑھیں۔ قرائن اور واقعات عقلمند کو صاف بتا دیتے ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ زندہ بچائے گئے تھے۔ پس خواہ مخواہ کسی اور شخص کو قرآن کے خلاف

تشبیہ قرار دینے میں خرابی لازم آتی ہے!

مسیح کا شبیہ قرار دے کر خداتعالےٰ کو بھی ظالم ٹھہرانا سخت غلطی ہے۔ ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ جب خدا نے مسیح کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ تو پھر دوسرے غریب کو اس کا شبیہ بنا کر کیوں مروا دیا۔ شائد اس خوف سے کہ یہودی فوراً کوئی اور ایسا مکر نہ کریں کہ آسمان کے راستے سے ہی مسیح کو اتار لیں۔ اگر کہا جائے کہ معجزہ تھا تو معجزہ تو کفار کو دکھلانے کے لئے ہوتا ہے۔ چپکے چپکے مسیح کو آسمان پر اُٹھانے اور غیر کو اس کا شبیہ کر دینے میں یہود کے لئے کیا معجزہ ہو سکتا ہے ۔

شُبّہ لہم پر غور کرو

پھر دیکھنا چاہیئے کہ شُبّہ لہم کے معنے تو یہ ہیں کہ مسیح مشابہ بنایا گیا واسطے ان کے مسیح تو مشبہ ہوئے۔ جن کا ذکر موجود ہے۔ لیکن مشبہ بہ جو کسی غیر شخص کو بنایا جاتا ہے اس کا ذکر وہاں کہاں ہے یہ مشبہ بہ جو اپنے پاس سے بنایا جاتا ہے۔ کیا یہ تحریف نہیں جو یہودیوں کا شیوہ ہے۔ اگر خداتعالےٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ نہ فرمایا ہوتا تو ان لوگوں نے قرآن کی لفظی تحریف میں بھی کچھ کمی نہیں چھوڑنی تھی۔ لیکن مجبوراً ان کو دوسرا طریق جو معنوی تحریف ہے۔ اختیار کرنا پڑا۔ قرآن میں اگر شبہ سے پہلے کسی چیز کا ذکر ہے تو وہ قتل یا صلیب ہے۔ لہٰذا قواعد کے لحاظ سے مقتول یا مصلوب کو مشبہ بہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ یہود کا یہ کہنا کہ ہمنے مسیح کو مار دیا ہے غلط ہے۔ ہاں مرے ہوئے آدمی کے مشابہ کر دیا گیا تھا۔ جب کوئی یہ کہے کہ زید مارا تو نہیں گیا۔ لیکن مشابہ کر دیا گیا ہے تو اس کا صاف یہی مطلب ہے کہ وہ مرے ہوئے آدمی کے مشابہ کیا گیا ہے۔ یعنی بظاہر مرا ہوا ہی لگتا ہے۔ پس بظاہر حضرت مسیح کی بھی یہی حالت ہو گئی تھی۔ کیونکہ زخموں کی تکلیف اور تشنج کی وجہ سے غشی آگئی تھی ۔

بل رفعہ اللہ الیہ کے معنے!

وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن و ماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ ۔ اور تحقیق وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں مسیح کے قتل کے بارے میں (اور اس کہنے پر اصرار کرتے ہیں کہ انا قتلنا المسیح) البتہ اس کے متعلق شک میں ہیں۔ ان کو یقینی علم نہیں۔ مگر ان کا گمان ہے کہ انہوں نے مسیح کو مار دیا (وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً ظن یقین کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے) حالانکہ یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسیح کو جس غرض کے لیئے لٹکایا۔ وہ یہ کہ اسکو صلیب پر لٹکا کر مار دیا جاوے تا وہ نعوذ باللہ تورات کی رو سے لعنتی ہو جائے۔ اور لعنتی رسول اللہ نہیں ہو سکتا اسی لئے وہ انا قتلنا المسیح عیسےٰ ابن مریم کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ بھی بڑھاتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اس کو رسول اللہ مانتے تو صلیب پر ہی کیوں لٹکاتے۔ رسول اللہ کا کلمہ ساتھ ملانا ان کا بطور تمسخر ہے کہ مسیح تو اپنے آپ کو رسول اللہ کہتا تھا۔ اگر وہ رسول اللہ ہوتا تو اس صلیبی موت سے بچایا جاتا خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ یقیناً وہ صلیبی موت سے بچایا گیا یہودی اس غرض کے پورا کرنے سے قاصر رہے۔ لہٰذا لعنت کا جو مفہوم ہے کہ درگاہ الہٰی سے دور، خدا کو اس سے نفرت اور اسکو خدا سے نفرت اس پر صادق نہیں آتا۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ بلکہ اس مفہوم کے خلاف خداتعالےٰ نے انکو اپنا مقرب بنایا۔ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔ رفعہ الی السلطان اے قربہ۔ یعنے بادشاہ کی طرف اٹھائے جانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اسکو بادشاہ کا قرب حاصل ہوا پس خداتعالیٰ تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اسکی طرف اُٹھنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ بندہ اس کا مقرب ہو۔ زیادہ بحث میں اس پر پہلے کر چکا ہوں۔

یہاں بل کیسا ہے

باقی یہ جو حجت پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ یہاں بل آیا ہے۔ اور بل کا یہ قاعدہ ہے کہ اسکے پہلے ایک جملہ ہوتا ہے جسکے دو جز ہوتے ہیں۔ اور بل کے بعد کے جملے میں ایک جز کو بدلا دیا جاتا ہے۔ اور ایک کو قائم رکھا جاتا ہے۔ تو یہاں پر بل کے بعد قتلوا کی بجائے رفع رکھا اور (ہٗ) جس سے مُراد مسیح ہیں۔ اسکو قائم رکھا گیا ہے۔ یعنی بل رفعہ اللہ کر کے آیا ہے۔ اور قتل جسم اور رُوح دونوں کے مجموعے پر واقع ہوتا ہے۔ سو اس سے بل کے بعد کے جملے میں انکار کر کے رَفَعَہٗ رکھا گیا ہے۔ پس (ہٗ) کی ضمیر جسم اور رُوح دونوں کے مجموعے کی طرف جاتی ہے۔ لہٰذا جسم اور رُوح دونو اٹھائے گئے نہ کہ صرف رُوح۔ لیکن یہ حجت ایک خام خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ۔

اعتراض کا جواب

اس کا جواب قرآن شریف سے ہی میں دیتا ہوں دیکھیے چوتھے پارہ کا نصف لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون۔ غور فرماوین۔ بل کے بعد موت سے جو جسم اور رُوح دونوں پر واقع ہوتی ہے۔ اس سے انکار کیا گیا۔ اور اسکی بجائے احیاء رکھا گیا۔ اور احیاء سے پہلے ہُم جو مبتدا محذوف ہے۔ جسم اور رُوح دونوں کی طرف جاتی ہے پھر عند ربھم میں ہم کی ضمیر بھی جسم اور رُوح دونوں کی طرف جاتی ہے۔ پھر یرزقون میں جو ضمیر ہے وہ بھی جسم اور رُوح دونوں کی طرف جاتی ہے۔ لہٰذا انکی حیات بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گئی کیونکہ یہاں پر صرف احیاء ہی ایک قوی قرینہ ہے انکی حیات کا

حقیقت الامر

اصل بات یہ ہے کہ روح ہی ایک اصل چیز ہے۔ جسم تو اسکو بطور اوزار یا سواری کے دیا جاتا ہے۔ جسطرح سپاہی کو تلوار۔ اگر ایک کام کی نہ رہے تو اس کو دوسری دیجاتی ہے۔ یا ایک گھوڑا اسکو جنگ میں کام نہ دے تو اسکو دوسرا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح رُوح کا یہ اوزار (جسم) جب کسی خرابی کی وجہ سے کام نہیں دیتا تو وہ اس جسم کو چھوڑ دیتا ہے۔ خداتعالیٰ اسکے بدلے دوسرے عالم میں اسکو دوسرا جسم بخشتا ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں۔ انسان کی میت یا آدمی کی لاش وہ جو انسان یا آدمی کہلاتا ہے وہ رُوح ہوتا ہے۔ جس کی طرف میت اور لاش کو منسوب کیا جاتا ہے۔ پس مؤمن جو ہوتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے۔ اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی اور کافر لا یموت فیہا ولا یحییٰ کا مصداق ہوتا ہے۔ پس بل کے قاعدہ سے اور ہٗ کی ضمیر سے رُوح کے ساتھ اس دنیوی جسم کا اٹھایا جانا تسلیم کیا جائے۔ تو پھر تمام وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنی جانیں وقف کر دیتے ہیں وہ سب کے سب اسی جسم دنیوی کے ساتھ زندہ ماننے پڑینگے۔ اصل بات یہ ہے کہ رُوح ہی اصل چیز ہے جسکو تُو یا تم یا وہ کہا جاتا ہے ۔

بل رفعہ اللہ الیہ سے یہود کو جوابدیا،

اور یہودیوں کا بھی یہی اعتراض تھا کہ چونکہ ہمنے مسیح کو صلیب پر مارا اسلئے اس کی رُوح آسمان پر نہیں بلکہ نعوذ باللہ گنہگاروں کی طرح اسفل السافلین میں پھینکی گئی۔ خداتعالیٰ نے اسکا جوابدیا کہ نہیں اسکی رُوح آسمان پر اُٹھائی گئی۔ کیونکہ وہ ہمارے وعدہ کے مطابق (جو متوفیک ہے) طبعی

سوت سے فوت ہوا۔ جسمانی رفع کے متعلق قرآن کا سوال ہی نہیں وہ تو روحانی رفع سے انکار کر رہے ہیں۔ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ اور اللہ تعالےٰ غالب حکمت والا ہے۔ واقع میں اگر خدا تعالےٰ کی تدبیر اور حکمت یہودیوں کی تدبیر اور حکمت پر غالب نہ ہوتی۔ تو یہودیوں نے تو مسیح کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مسیح کو کسطرح بچایا۔

کس طرح خدا تعالیٰ نے پلاطوس جو کہ اس وقت حاکم تھا۔ اس کی بیوی کو خواب میں دکھایا۔ اس نے جھٹ اپنا آدمی بھیج کر پلاطوس پاس کہلا بھیجا کہ خواب میں میرے پاس خداوند کا فرشتہ آیا ہے۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ مسیح راست باز ہے۔ اپنے ہاتھ اس کے خون سے آلودہ مت کرو ورنہ تم ہلاک کئے جاؤ گے۔

پلاطوس نے بہترا یہودیوں کو کہا کہ تم اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ میں اسکو راست باز پاتا ہوں۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تم اس کو بغیر صلیب دئے چھوڑ دو گے تو ہم براہ راست قیصر کو اطلاع دینگے کہ پلاطوس گورنمنٹ کے ایک سخت باغی کی حمایت کرتا ہے اور اسکو سزا نہیں دیتا۔ تب وہ خاموش رہا۔ اور پانی منگا کر اپنے ہاتھ دہوئے۔ اور کہا کہ میں اس پاک شخص کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ نہیں کرتا۔ اس کا گناہ تمہارے سر پر۔ یہودیوں نے قبول کیا۔ اسطرف حاکم کو حضرت عیسیٰ کا حمایتی کر دیا۔ دوسری طرف سخت تیز آندھی بھیجدی۔ پھر شام سے پہلے پہلے اتروانا کہ اتنے تھوڑے عرصے میں صلیب پر لٹکا ہوا آدمی ہرگز نہیں مرتا۔ پھر پیٹھ کی ہڈی کا نہ توڑا جانا۔ پھر مسیح کو یوسف جو ان کا حواری تھا ان کے سپرد کرنا۔ کس حکمت سے سب سامان مسیح کے بچانے کے مہیا کر دئے ۔

لیؤمنن بہ قبل موتہ کے معنے

وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ اسکے معنے کئے جاتے ہیں کہ نہیں کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ضرور ایمان لائے گا۔ ساتھ مسیح کے پہلے مسیح کے مرنے کے۔

اوّل لیؤمنن کو حضرت مسیح کی حیات کی دلیل بنایا جاتا ہے۔ اسواسطے کہ مضارع جب مؤکد بنون تاکید ہو جاتا ہے۔ تو اسکے معنے مستقبل کے ہو جاتے ہیں۔ اور اسی زمانہ کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے۔ حال کے معنے اس میں نہیں ہو سکتے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آئندہ زمانہ میں مسیح زندہ ہونگے۔ تب ہی تو ان پر ایمان لایا جائیگا۔ میں کہتا ہوں اگر اس قاعدہ کو تسلیم کیا جائے تو پھر بڑی مشکل پیدا ہو جائیگی۔ قرآن کریم کی کئی آئتیں بے معنی ہو جائینگی۔ مثلاً خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ آپکے قاعدے کے مطابق اسکے یہ معنے ہوں گے کہ جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انکو اب زمانہ حال میں تو ہدایت نہیں دیتے۔ لیکن آئندہ کبھی زمانہ دراز کے بعد انکو ہدایت دینگے۔ جو بہت ہی نامناسب معنے بنتے ہیں بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ان کو ہم ہدایت اب بھی دیتے ہیں اور آئندہ بھی جو جہاد کریگا۔ اسکو ہم ہدایت دینگے۔ بلکہ اس میں زمانہ ماضی بھی آ جائیگا کہ جنھوں نے پہلے جہاد کیا۔ انکو بھی ہمنے اپنے راستوں کی ہدایت کی۔ اگر حال اور استقبال ہی کے معنے لئے جائیں تو یہ اعتراض پڑے گا کہ جنھوں نے زمانہ ماضی میں جہاد کیا۔ کیا خدا نے انکو ہدایت نہیں کی ۔

اسی طرح کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ اسکے بھی پھر آپکے قاعدے کے مطابق یہ معنے ہوں گے کہ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول نہ تو زمانہ ماضی میں غالب ہوئے اور نہ زمانہ حال میں غالب ہوتے ہیں۔ بلکہ آئندہ کسی زمانہ میں غالب ہوں گے ۔

دیکھئے یہ کیسے غلط معنے ہو جاتے ہیں۔ پس اس کے معنے یہی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ماضی اور حال اور استقبال تمام زمانوں میں غالب ہوتے ہیں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ زمانہ استقبال میں یہودیوں کے مسیح پر ایمان لانے سے مسیح کی حیات کسطرح ثابت ہو جاتی ہے۔ کیا اس زمانہ میں جو نبی کریمؐ کے زمانہ سے استقبال کا زمانہ ہے۔ ہندو یا عیسائی نبی کریمؐ پر ایمان لاتے ہیں تو کیا اس سے آنحضرت کی زندگی ثابت ہو جاتی ہے۔ پس ایمان لانے کے لئے کسی نبی کا جسمانی طور پر زندہ ہونا کوئی لازمی امر نہیں ۔

مولویوں کے معنے غلط ہونے کے وجوہات

پھر میں کہتا ہوں۔ لیؤمنن بہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف تو جا ہی نہیں سکتی۔ اگر حضرت عیسیٰ کی طرف اس ضمیر کو پھیرا جائے۔ تو قرآن کریم کی دو عظیم الشان پیشگوئیاں باطل ہو جائیں گی۔ اوّل۔ تو خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے وعدہ فرماتا ہے۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کہ تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دیتا رہوں گا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ماننے والے اور نہ ماننے والے قیامت تک موجود رہینگے۔ پس جس صورت میں سب کے سب یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لائینگے۔ قیامت تک ان کا وجود نہیں رہ سکتا۔ اور آیت کریمہ صاف بتلاتی ہے کہ ان کا وجود قیامت تک رہنا چاہیئے۔ لہذا ان مولویوں کے معنوں کو غلط قرار دینا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ خدا تعالےٰ کے کلام کو غلط قرار دیا جائے۔ پھر یہودیوں کے متعلق خدا تعالیٰ چھٹے پارہ میں فرماتا ہے۔ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ کہ یہودیوں کی نافرمانی کی وجہ سے ہمنے انکو یہ سزا دی کہ قیامت تک ان کی آپس میں عداوت اور بغض رہیگا اب اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہودیوں کا وجود قیامت تک رہیگا۔ کیونکہ آپس میں بغض اور عداوت کی سزا قیامت تک انکو دیگئی ہے۔ اور وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ کو مان لینگے۔ تو نہ یہودیوں کا وجود رہے گا۔ اور نہ آپس کی بغض اور عداوت لہذا یہ پیشگوئی بھی غلط ٹھہر گئی۔

پھر تیسری ایک اور پیشگوئی بھی غلط ثابت ہوگی۔ وہ یہ:۔ واذ تاذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودیوں پر میں ایسی حکومتوں کو مسلط کرتا رہوں گا۔ جو قیامت تک انکو برا عذاب دیتی رہینگی۔ پس جبکہ سب یہودی ایمان لے آئینگے تو پھر قیامت تک عذاب دینے کی پیشگوئی کسطرح پوری ہو سکتی ہے۔ لہذا اس ضمیر کا حضرت عیسیٰ کی طرف پھیرنا غلط ثابت ہوا ۔

صحیح معنے

پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جب لیؤمنن بہٖ کا صیغہ بدلائل تمام زمانوں پر حاوی ہے۔ یعنی جب نبی کریمؐ پر یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے یہ معنے تھے۔ اور اب بھی یہی ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے۔ مگر وہ پہلے بھی ایمان لاتا رہا۔ اور اب بھی اور آئندہ بھی لاتا رہے گا۔ تو وہ کونسی چیز ہے جسپر وہ تمام زمانوں میں ایمان لاتے ہیں۔ مسیح تو ہو نہیں سکتا نہ قرآن کے لحاظ سے۔ اور نہ واقعات کے لحاظ سے۔ پس سوائے اسکے کہ اسکو صلیبی واقعہ کی طرف پھیرا جائے۔ اور کوئی چارہ نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہودی پہلے بھی یہی مانتے آئے ہیں کہ

مسیح صلیب دیا گیا۔ اور اب بھی مانتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا وجود قیامت تک ہے۔ لہٰذا آئندہ بھی مانتے رہینگے۔ بلکہ یہاں پر اہل کتاب کا لفظ ہے۔ اور اہل کتاب یہود اور عیسائی دونوں پر حاوی ہے۔ سو دونوں عیسےٰ کے مصلوب ہونے کے قائل ہیں ۔

قبل موتہٖ کی ضمیر کا کون مرجع ہے؟

اور قبل موتہٖ کی ضمیر بھی حضرت عیسیٰ کی طرف نہیں جا سکتی۔ ایک تو اس لئے کہ انکی وفات کی قرآن کریم نے کئی جگہ شہادت دیدی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ قبل موتہٖ کی دوسری مشہور قرائت قبل موتہم آئی ہے۔ اور اگر قرائت شاذہ بھی ہو تو حدیث مرفوع سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس دوسری قرائت نے صاف کھول دیا کہ یہ ضمیر اہل کتاب کی طرف جاتی ہے۔ دوسرے حضرت عبداللہ ابن عباس نے بھی اسکی ضمیر سے اہل کتاب مراد لئے ہیں ۔

آیت کے درست معنی

پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے۔ کہ نہیں کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ مانتے رہینگے حضرت عیسےٰ کے مصلوب ہونے کو اپنی موت سے پہلے پہلے۔ ایمان دو طرح کا ہوتا ہے۔ مومن تو جس ایمان پر اس دنیا میں مرتا ہے۔ اسی ایمان پر اس عالم میں اٹھتا ہے جسکی تصدیق یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ سے ہوتی ہے قائم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ مومن کو قول ثابت پر دنیا میں بھی اور آخرۃ میں بھی۔ لیکن کافر کے ساتھ اس کا معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ جس ایمان پر یہ دنیا میں مرتا ہے اس عالم میں اس کا ایمان دنیوی ایمان کے خلاف ہو جاتا ہے ثابت نہیں رہتا۔ مالہا من قرار۔ مثلاً کوئی کافر اس ایمان پر مرتا ہے کہ نبی کریم نعوذ باللہ جھوٹے ہیں تو اس عالم میں جوتے کھانے سے اس کا دنیوی ایمان بدل جائے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا ماننے لگیگا مگر وہ ایمان اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیگا۔ اسی طرح یہودیوں کا اس صلیبی واقعہ کو مانکر حضرت عیسیٰ کو نعوذ باللہ لعنتی قرار دینا انکی موت سے پہلے پہلے ہے۔ جب انکی روح قبض ہوگی۔ اصل حقیقت ان پر آشکارا ہو جائیگی اور یہ جان لینگے۔ کہ لعنتی یہ خود ہیں ۔

یکون علیہم شہیداً کے معنے

ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیداً۔ اور قیامت کے دن مسیح خود بھی ان کے عقیدے کے خلاف گواہی دیگا۔ کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ صلیب پر سے اتارا گیا۔ اور وہاں سے ہجرت کر کے بمعہ اپنی والدہ کے اوینٰہما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین کے ماتحت سرینگر کشمیر کو اپنا جائے قرار بنایا اور وہاں پر خدا تعالیٰ نے تم موذیوں کے ہاتھ سے مجھے پناہ دی۔ آوٰی کا لفظ اسی موقع پر بولا جاتا ہے جبکہ کسی تکلیف کے بعد پناہ دی جائے۔ سو مسیح کے صلیبی واقعہ کی وجہ سے خدا نے اوٰی کا لفظ یہاں رکھا ہے۔ اور انکی والدہ کا ذکر ساتھ اسلئے کر دیا تاکہ انکے زمین پر رہنے کا قرینہ رہے۔ ورنہ حضرت عیسےٰ کے ساتھ انکی والدہ کو بھی آسمان پر ماننا پڑے گا۔ (اگر تمام اہل کتاب نے انکو مان لینا ہے تو پھر انکے خلاف گواہی دینے کے کیا معنے۔ یہ امر بھی لیومنن کی حقیقت کھول دیتا ہے) اسکی زیادہ تفصیل مسیح ہندوستان میں پڑھیں ۔

آپنے غور فرمایا کہ یہ آیت بھی بدلائل آپکے خیال کے بالکل خلاف پڑتی ہے ۔

دعوت الی الخیر

ہمیں دوآبہ انجمن کے سکرٹری صاحب کی طرف سے بنگہ ضلع جالندھر میں مسیحی صاحبان کے جلسہ کی مختصر روئداد موصول ہوئی ہے آپ لکھتے ہیں

احمدی جماعت کی ضرورت

کہ ۲۲ و ۲۳ جنوری کو عیسائی صاحبان کا جلسہ تھا ان تاریخوں کے مقرر ہونے کے بعد ہم نے کئی ایک غیر احمدی مولویوں کو کہا اور اکسایا کہ اب عیسائی لوگ اس جلسہ میں اسلام پر اعتراضات کرینگے۔ آپ کو ان کے جواب دینے چاہئیں یہ سنکر بعض تو خاموش ہو رہے اور بعض نے کہا کہ یہ تمہارا ہی کام ہے اسمیں ہم آپکے ساتھ ہونگے۔ یہ ہے آجکل کے مسلمانوں کے علماء کی حالت جو کفر بازی میں تو سب سے آگے مگر اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے سب سے پیچھے ہوتے ہیں۔

مقابلہ مسیحیاں

۲۲ جنوری ۱۹۱۶ء بروز ہفتہ مسیحیوں کا جلسہ ۲ بجے کے قریب شروع ہوا۔ آٹھ دس مناد مختلف مقامات پھلور۔ جالندھر۔ کپورتھلہ وغیرہ سے آئے ہوئے تھے پہلے مسٹر ایم این بوز وکیل کپورتھلہ نے اس مضمون پر تقریر کی کہ انجیل محرف و مبدل نہیں ہوئی مسلمان کہتے ہیں کہ اس میں حضرت صاحب (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی بابت پیشگوئیاں تھیں لیکن نکال دیگئی ہیں۔ مگر ہمکو نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا ہم پاگل تھے کہ ہمنے ایک سچے خدا کے بھیجے ہوئے ہادی اور نجات دہندہ کو نہ مانا۔ اگر مسلمان کہتے ہیں کہ انجیل محرف و مبدل ہوگئی ہے تو انہیں چاہیئے کہ ہمیں اصل انجیل دکھلائیں۔ ہم ایک انجیل پیش کرتے ہیں تم اس کے مقابل میں اصل انجیل پیش کرو۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جو انکے پاس ہے اسکی تصدیق کرتا ہے تو پھر انجیل کو کیوں نہیں مانتے ۔

پادری صاحب کے اعتراض کا جواب

مولوی عبداللطیف صاحب نے اپنی تقریر شروع کی اور بتایا کہ قرآن شریف میں انجیل کا لفظ ہے۔ مگر اس کے معنے بشارت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ تیرے بعد فارقلیط آئیگا سو وہ آگیا۔ قرآن شریف نے توریت کو کتاب کہا ہے۔ انجیل کو کسی جگہ بھی شریعت کی حامل کتاب نہیں کہا گیا۔ بلکہ وہ تو ایک بشارت تھی۔ پھر تم اسکے معنے کتاب کے کسطرح سے کرتے ہو۔ بلکہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ من قبلہ کتاب موسیٰ کہ پہلے موسیٰ کی کتاب تھی یہ نہیں لکھا کہ پہلے انجیل تھی۔ خود یسوع مسیح متی مرقس میں بیان کرتے ہیں کہ میں توریت کو منسوخ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہ ہوگا اور کہا کہ فقیہ اور فریسی موسےٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو اس سے معلوم ہوا کہ انجیل کوئی شریعت کی کتاب نہیں ہے اگر کوئی کتاب ہوتی تو یسوع مسیح حکم دیتے کہ اسپر عمل کرو۔ اب یہ کتاب انجیل واجب التعمیل ہے اور تصدیق کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ہر ایک بات کو بھی مان لیا جاوے۔ مثلاً جب افسر کاغذات کی تصدیق کے لئے آتے ہیں تو وہ بھی بعض غلطیاں نکالتے ہیں۔ اور بعض اندراجات کو درست مانتے ہیں اسطرح سے قرآن شریف نے مسیحی مذہب کی تصدیق کی ہے۔ حضرت مسیح نے ایک بشارت دی تھی کہ تم میں ایک نبی آنیوالا ہے۔ پس وہ اس بشارت کے مطابق آگیا۔ اور جو غلطیاں تھیں ان کو ظاہر کر گیا اس نے کہا کہ خدا کا بیٹا مت بناؤ۔ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں زندہ آسمان پر نہیں ہیں اور وہ صلیب پر نہیں مرے تھے بلکہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں جا کر فوت ہوئے۔ تین خدا مت کہو۔ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ گویا کہ مسیحی مذہب کے اصولوں کو باطل کر دیا۔ اور اگر یسوع مسیح پر شریعت کی کتاب انجیل خدا کی کلام نازل ہوا ہے تو وہ پیش کرو۔ اور اگر تم متی

جماعت میں ایک روح پیدا ہو گئی ہے اور حضرت مسیح موعود کے خادم اشاعت اسلام میں مشغول رہتے ہیں ۔

غیر مبائعین کے عقائد فاسدہ

یہ وہ بیان ہے جو محمد حسین مرہم عیسٰی نے مولانا عبداللہ صاحب سنبل کی صدارت میں اپنے عقائد کے متعلق دیا اور جس کے ہر صفحہ پر مظہر کے دستخط موجود ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائینگے کہ حکیم محمد حسین نے باوجود اس کے کہ وہ عقائد میں غیر مبائعین کا پیشوا ہے اور انکا اول المناظرین قدم قدم پر کیا ضلالت کے گڑھے میں گرنے والی ٹھوکر کھائی ہے۔ اور کس طرح پر ظلی نبی کی ایسی تعریف کی ہے جو ایک ملہمہ عورت پر بھی ابلیس پر بھی صادق آتی ہے اخیر میں یہ بھی ماننا پڑا ہے کہ ظلی نبی کے لئے مامور ہونا بھی شرط نہیں غرض اس بیان میں بہت سی باتیں آپ کو ملینگی جن کی تشریح انشرط ضرورت پھر کی جائے گی ہاں یہ خیال رہے کہ ہم نے ہمیشہ اسے اپنے خیالات نہایت آزادی سے ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے جس کا نمونہ یہ موجود ہے۔ مگر پھر بھی اس نے کذب صریح سے کام لے کر یہ چھپایا کہ قادیان میں میرے ساتھ بدسلوکی ہوئی (ایڈیٹر)

بیان حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ لاہوری

اتفاق ان امور میں ہے۔ (۱) کہ حضرت صاحب مامور من اللہ ہیں۔ ملہم ہیں۔ مجدد ہیں۔ امام ہیں ولی ہیں خلیفہ رسول اللہ ہیں مہدی مسعود ہیں مسیح موعود ہیں۔ آپ کی تمام تحریریں اور تقریریں اور کلام اور الہامات ہمارے لئے حجت ہیں بعد قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے۔

(۲) ہم حضرت صاحب کو ظلی۔ بروزی۔ اور مجازی نبی مانتے ہیں۔

(۳) حضرت صاحب کو کافر کہنے والے اور حضرت صاحب کے الہامات کو افترا کہنے والے یعنی حضرت صاحب کے مکفر اور آپ کو مفتری کہنے والے کافر ہیں جو آپکو کافر اور مفتری نہیں کہتا مگر آپکے دعوے کا انکار کرتا ہے۔ وہ ازروئے قرآن اور باتحت ارشاد حضرت مسیح موعود برُوئے آیت من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون کے فاسق ہے۔ (دستخط محمد حسین)

اختلاف ان امور میں ہے (۱) حضرت صاحب کے زمرۂ انبیاء میں شامل کرتے ہیں۔

(۲) آپ کی نبوت کو ویسی ہی نبوت سمجھتے ہیں جیسی کہ انبیاء سابق کی نبوت ہے۔

(۳) آپ کو کامل اور حقیقی نبی کہتے ہیں۔

(۴) حضرت صاحب کی نبوت کے انکار کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

(۵) مسیح موعود کے بعد خلافت کو منصوص یعنی آیت استخلاف کے ماتحت سمجھتے ہیں۔

(۶) اسمہٗ احمد کا حقیقی مصداق حضرت مرزا صاحب کو سمجھتے ہیں۔

(۷) حضرت صاحبزادہ صاحب کو مصلح موعود سمجھتے ہیں اور کوئی اختلاف کسی قسم کا جماعت مبائعین سے نہیں ہے (دستخط محمد حسین)

حکیم صاحب کا تشریحی بیان متعلق امور اتفاقی

(۱) ہر مامور من اللہ نبی نہیں ہوتا۔ مگر ہر نبی مامور من اللہ ہوتا ہے میرے نزدیک حضرت صاحب کی تحریریں اور تقریریں اور الہامات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے معارض نہیں ہو سکتیں الا ماشاء اللہ الا ماشاء اللہ صرف تحریروں اور تقریروں کے متعلق قید ہے۔ الہامات کے متعلق وہ کبھی بھی معارض قرآن اور احادیث نہیں ہو سکتیں۔

(۲) ظلی۔ بروزی۔ مجازی نبی کے ایک ہی معنے ہیں۔ نبی کی کسی ایک صفت کے ظہور کا ہونا ظل۔ بروز۔ مجاز کہلاتا ہے۔ مجازی نبی۔ ظلی نبی۔ بروزی نبی۔ وہ ہے جو محض ایک نبی کے فیض سے وحی پائے وحی پانا چونکہ نبوت کی صفات لازمہ میں سے ایک صفت ہے اس لئے صرف اس ایک صفت کے ظہور کی وجہ سے اس کا ظلی بروزی۔ مجازی نام رکھا گیا ہے۔ (دستخط محمد حسین)

وحی کے معنی ہیں صرف اشارہ۔ کسی چیز کا سامنے لکھا ہوا آجانا یا تیزی سے آواز کا کانوں میں بار بار گونجنا۔ یا زبان پر جاری ہونا۔

(۳) مکفر وہ ہے جس نے کفر کا فتویٰ تحریراً لگایا ہے۔ اور اس کو شائع کیا ہے۔ اور مفتری کہنے والا وہ شخص ہے جس نے آپکے الہامات پر ٹھٹھا کیا اور الہامات کو اضغاث احلام کہا یا اس کو شیطانی الہامات کہا۔

فاسق سے مراد بدکار یعنی خدا کے عہد کو توڑنیوالا۔ عہد سے یہ مراد ہے۔ کہ خلفاء کے متعلق جو وعدہ الٰہی ہے وہ جب پورا ہو جائے اور اپنے ان تمام نشانوں کے ساتھ جو اس خلیفہ کے متعلق وعدہ الٰہی آیت استخلاف میں بیان ہوئے ہیں وہ خلیفہ برحق۔ (دستخط محمد حسین)

ثابت ہو جائے تو پھر اس کا انکار کرنے والا خدا کے حضور قابل مواخذہ ہے یعنی بدکار ہے۔ عہد کو توڑنے والا ہے[عہ]۔

حکیم صاحب کا تشریحی بیان متعلق اختلافی امور کے

زمرۂ انبیاء میں شامل کرنے کے یہ معنے ہیں کہ نبی ہونے کی جو حقیقت ان انبیاء میں متحقق تھی وہ آپ میں نہیں پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلعم پہلے انبیاء کے زمرہ میں ہمارے نزدیک بھی شامل ہیں کیونکہ آپ میں وہی حقیقت جو پہلے نبیوں میں متحقق تھی پائی جاتی تھی۔ وہ حقیقت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ اپنی رضامندی اور نارضامندی کی راہیں بذریعہ جبریل فرشتہ کے ان سب کو سکھلاتا تھا۔ اور وہ نبی کسی نبی کے امتی نہیں ہوتے تھے اور کسی نبی کے فیض سے کوئی وحی پاتے تھے۔ ان باتوں میں سے چونکہ میرے نزدیک کوئی بات بھی حضرت مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتی اس لئے حضرت صاحب زمرہ انبیاء سابقہ میں شامل نہیں۔ (دستخط محمد حسین)

(۲) یہ مطلب ہے کہ آپ کی مجازی نبوت کو ویسی ہی نبوت سمجھتے ہیں جیسی کہ انبیاء سابق کی۔

(۳) کامل نبی سے یہ مراد ہے جس میں تمام شرائط اور صفات نبوت کی پائی جائیں۔ اور حقیقی سے یہ مراد ہے کہ نبوت کا صحیح مفہوم جن معنوں کے لئے شریعت اسلام نے اپنی اصطلاح میں وضع کیا ہے۔ وہ مفہوم اس پر صادق آوے۔

شرط نبوت۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مطاع ہو مطیع نہ ہو یعنی کسی دوسرے نبی کا مطیع نہ ہو۔ دوسری شرط اپنی مادری زبان میں وحی کیا جاوے۔ تیسری شرط نشانات اور کتاب کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا جاوے (دستخط محمد حسین)

عہ جو غیر احمدی مسلمان پیام کی انجمن اشاعت میں یا خواجہ صاحب کو چندہ دیتے ہیں وہ غور کریں کہ پیغامی انہیں کیا سمجھتے ہیں۔ ۱۲

صفات نبوت۔ خلافت نہ ہو؛

(۲) ذلیل قوم سے نہ ہو؛

(۳) نجیب الطرفین ہو؛

(۴) لوگوں میں دیانت اور امانت میں مشہور ہو۔

(۵) پاکیزہ صفات ہو؛

(۶) خوش خلق ہو ۔قویٰ ظاہری باطنی اس کے درست ہوں

(۸) شاعر نہ ہو؛

(۶) حقیقی مصداق سے یہ مطلب ہے۔ کہ یہ پیشگوئی صرف حضرت مرزا صاحب کے حق میں ہے رسول اللہ صلعم کے حق میں نہیں۔

(دستخط محمد حسین)

محمد حسین مرہم عیسیٰ بجواب سوالات جرح

(۱) آدم مامور من اللہ تھا اور اسی طرح ذو القرنین مامور من اللہ تھا یہ دونوں نبی نہ تھے۔ مامور من اللہ وہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ رکھتا ہو۔ اور کچھ امر و نہی خدا کی طرف سے پائے ۔خواہ یہ امر و نہی بطور شریعت کے ہوں خواہ بغیر شریعت کے پائے۔ آدم اور ذو القرنین دونوں کو مکالمہ مخاطبہ اللہ حاصل تھا۔ ان دونوں کو امر و نہی بھی خدا کی طرف سے ملے تھے۔ یہ علم نہیں کہ وہ تشریعی امر و نہی تھے یا تشریعی کے سوا۔ مکالمہ مخاطبہ۔ آدم کا ثبوت ۔ یآدم انبئہم باسمائہم۔ امر و نہی آدم۔ لاتقربا ہذہ الشجرۃ۔ قلنا یادم اسکن انت وزوجک جنۃ۔ مکالمہ مخاطبہ ذو القرنین کا ثبوت ہے۔ قلنا یاذا القرنین۔

امر و نہی ذو القرنین کا ثبوت ہے۔ قال اما من ظلم فسوف ...... اما من آمن وعمل ...... فلہ جزاء الحسنیٰ (دستخط محمد حسین)

مکالمہ مخاطبہ میں خدا تعالیٰ کا خطاب ہو اور اللہ تعالیٰ کا کلام کرنے کا جو طرز غیر نبیوں کے ساتھ ہے اس کے مطابق کرے۔ جیسے فرمایا ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب؛

وحی سے مراد دل میں القا ہونا۔ اور من وراء حجاب سے مراد کشف اور رویا؛

یہ من وراء حجاب اور وحیاً کے طرز کا مکالمہ مخاطبہ نبیوں سے ہوتا ہے۔ مگر غیر نبیوں اور نبیوں میں مابہ الامتیاز یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں کے علاوہ جبرئیل فرشتہ خدا کا کلام لیکر اس پر نازل ہوتا ہے (دستخط محمد حسین)

ابلیس۔ مامور نہ تھا۔ کافر تھا۔ خدا سے اس کا کوئی تعلق تھا ابلیس کو مکالمہ مخاطبہ نہیں ہوا۔ یا ابلیس مامنعک۔ بواسطہ آدم بتایا گیا ہے۔ ابلیس کو امر بھی بواسطہ آدم ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ کا منکر کے ساتھ بلا واسطہ مکالمہ مخاطبہ نہیں کرتا۔ کسی کے واسطے سے کرتا ہے۔ خدا کا مکالمہ مخاطبہ یا بشر سے ہوتا ہے یا ملائکہ سے ہوتا ہے۔ شیطان یا ابلیس یا کسی اور مخلوق کے متعلق مکالمہ مخاطبہ کا کوئی ذکر نہیں۔

عورت مامور نہیں ہو سکتی۔ مگر عورت سے مکالمہ الہیہ ہو سکتا ہے۔ امر و نہی اگر اس کو ہو تو صرف اس کی ذات کے متعلق ہوگی۔ مامور دوسروں کے متعلق امر و نہی لاتا ہے

(دستخط محمد حسین)

سوال۔ مامور اوروں کا مطاع ہوتا ہے یا نہیں جن کے لئے وہ حکم امر و نہی لاتا ہے؛

جواب۔ نبی جو مامور ہو وہ تو ضرور مطاع ہوتا ہے۔ مگر جو غیر نبی مامور ہو اس کا مطاع ہونا ضروری نہیں۔ مطاع ہو سکتا ہے یا نہیں غیر مامور۔ اس کا میں کوئی جواب نہیں دیتا۔ ہر مطاع کا نبی ہونا ضروری نہیں۔ بادشاہ مطاع ہوتا ہے

(دستخط محمد حسین)

سوال۔ وحی غیر مامور کو ہوتی ہے یا نہیں؛

جواب۔ اگر غیر مامور کو ساری عمر میں ایک دفعہ وحی ہو تو اس کو وحی ہونا نہیں کہتے؛

سوال۔ حضرت عمر کو وحی ہوتی تھی یا نہیں؛

جواب[1]۔ ہاں وحی ہوتی تھی۔ حضرت عمر محدث تھے۔ مجکو علم نہیں کہ وہ مامور تھے یا نہیں۔

محدث کی تعریف مکلم ہے؛ (دستخط محمد حسین)

سوال نبی کریم نے جو بشارت محدثوں کے متعلق دی تھی حضرت عمر ان میں سے ہیں یا نہیں؛

جواب۔ حضرت عمر اول المحدث ہیں؛

سوال۔ محدث مجازی نبی ہوتا ہے یا نہیں؛

جواب۔ محدث مجازی نبی ہوتا ہے؛

سوال۔ حضرت عمر مجازی نبی تھے یا نہیں

جواب۔ حضرت عمر مجازی نبی تھے؛ (دستخط محمد حسین)

---

[1] یہ تجاہل عارفانہ ہے کیونکہ ہاں کہنے میں ندامت ہوتی ہے

سوال۔ ظلی۔ بروزی۔ نبی تھے یا نہیں؛

جواب۔ حضرت عمر۔ بروزی نبی نہیں تھے؛

سوال۔ کوئی شخص محدث بھی ہو۔ ظلی۔ بروزی۔ مجازی نبی بھی ہو کیا وہ غیر مامور بھی ہو سکتا ہے؛

جواب۔ محدث اور مجازی۔ ظلی۔ بروزی نبی سب مترادف المعانی الفاظ ہیں۔ محدث کے لئے مکالمہ مخاطبہ الہیہ ہونا شرط ہے۔ یہ شرط نہیں کہ مامور ہو یا غیر مامور؛

سوال۔ محدث۔ مجازی۔ ظلی۔ بروزی نبی غیر مامور ہو سکتا ہے یا نہیں؛ (دستخط محمد حسین)

جواب۔ (اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ کیونکہ ہاں کہیں تو بھی شکست نہیں کہیں تو بھی شکست)

مرزا خدا بخش کا ارتداد

منشی جان محمد صاحب احمدی ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول

سنکھترہ تحصیل ظفروال سے عسل مصفیٰ مصنفہ مرزا خدا بخش صاحب کا ایک حوالہ تحریر فرماتے ہیں۔ جو یہ ہے۔ کہ صفحہ ۷۹۵ پر اکسویں فصل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو غیب کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے۔ پھر اسی فصل کی دفعہ ۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام پھیلائیگا۔ اس وقت چار لڑکے موجود ہیں جن میں سے ایک موعود بھی ہے جو **اپنے وقت میں اپنے کمالات ظاہر کریگا اور جو حضرت اقدس کا جانشین ہوگا"**

یہ حوالہ ایسا صاف اور واضح ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم مرزا صاحب موصوف سے پوچھتے ہیں۔ کہ اب وہ اپنی اس تحریر کے مطابق پسر موعود کسے سمجھتے ہیں۔ اور وہ کون ہے جو حضرت مسیح موعود کا جانشین بھی ہے۔ کاش یہ لوگ اپنی پہلی تحریروں پر ہی غور کرتے۔ اور دیکھتے کہ تبدیلئے عقائد کا کون مجرم ہے؛

چمکار حق

فہرست وصایا

۱۰۳۷۔ محمد ایوب ولد محمد علی قوم کھچی ساکن بدوملہی ضلع سیالکوٹ اپنے ڈپیانٹ پرٹپے اصل مالیتی ۱۹۷ مع اضافہ کے دسوین حصہ کی وصیت کی اور سود مالیتی ۱۶۹ سب کا سب صدر انجمن کو دیدیا ۔

۱۰۳۸۔ مہر الدین ولد رحیم بخش قوم کمہار ساکن قادیان ضلع گورداسپور اپنے مکان مالیتی چارسو روپیہ کے دسوین حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۳۹۔ مسماۃ نور بی بی بنت گہلو قوم ارائیں ساکن عالم پور حال دار دبنگہ ضلع جالندھر اپنا زیور مالیتی لعہ کا وصیت میں دیدیا اور وصیت قریب المرگ کی ۔

۱۰۴۰۔ مسماۃ عمری زوجہ منگتا بیوہ ساکن باغبان ضلع گورداسپور اپنے مہر مبلغ ۱۲ روپے کے چوتھے حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۱۔ مسماۃ امام بی بی زوجہ محمد بخش قوم کمہار ساکن قادیان اپنی جائداد مبلغ ۲ روپے کے پانچویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۲۔ محمد بخش ولد گلاب الدین قوم کمہار ساکن قادیان ضلع گورداسپور اپنی جائداد مبلغ ۶ روپے کے چھٹے حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۳۔ مسماۃ فاطمہ زوجہ شیر محمد تاجر قوم شیخ ساکن کہارہ حال قادیان ضلع گورداسپور۔ اپنی جائداد ۳۲۵ روپے کے چھیویں حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۴۔ میان محمد امیر ولد میانجی علی بخش قوم شیخ ساکن موضع رانگڈھ تحصیل پھلور ضلع جالندھر اپنی جائداد ۴۰۸ کے عشر ۱/۱۰ حصہ اور تنخواہ ماہوار ۲۵ کے عشر ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۵۔ مسماۃ جنت خاتون زوجہ منشی محمد امیر قوم شیخ ساکن محلہ قاضیان لدھانہ اپنے زیور مالیتی چار صد روپے کے دسوین حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۶۔ محمد فضل ولد غلام محمد خان قوم راجپوت ساکن جگا بنگیال تحصیل گوجرخان۔ ضلع راولپنڈی اپنی حویلی سکنی مشتمل بر دو صحنہ اور چھ کوٹھڑی کنوان معہ اراضی واقعہ رقبہ جگا بنگیال کے دسوین حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۷۔ مسماۃ مہتاب بی بی زوجہ فضل الدین سب اورسیر قوم شیخ ساکن بکریاں ضلع ہوشیارپور اپنے مہر کا نصف ۱۲ اور زیور قیمتی معہ روپے کا نصف مبلغ عنہ روپیہ ۸ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۸۔ عبد القادر ولد محمد موسیٰ قوم راجپوت ساکن محلہ شاہ قطب لودیانہ۔ اپنی جائداد غیر منقولہ مالیتی ۷۵ کے دسوین حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۴۹۔ مسماۃ زینب زوجہ مولوی عبد القادر قوم راجپوت ساکن لودیانہ محلہ شاہ قطب۔ اپنی جائداد غیر منقولہ مالیتی ۷۵ روپے کے دسوین حصہ کی وصیت کی ۔

۱۰۵۰۔ غلام محی الدین ولد میان حاجی قوم خوجہ ساکن شہر پشاور اپنے مال بارہ سو روپے کے دسوین حصہ کی وصیت کی جو بٹالہ میں نہال چند بہاری مل کے دوکان پر ہے۔ بذمہ داری احمد دین صاحب زرگر

۱۰۵۱۔ مسماۃ فضل بیگم زوجہ عبد اللہ درزی پٹواری ساکن قادیان اپنی جائداد زیور و مہر آٹھ سو روپے کے دسوین حصہ کی وصیت کی ۔

احمدی نمک

جو لوگ حقہ نہیں چھوڑتے اور عذر کرتے ہیں کہ چھوڑ دینے سے پیٹ میں درد رہتا ہے یا قبض ہو جاتی ہے دانت درد کرتے لگتے ہیں۔ ان کے عذر کو باطل کرنے والا ہے اس دوائی سے ذرا تکلیف نہیں ہوتی اور حقہ کی عادت جاتی رہتی ہے کھانا کھانے کے بعد ایک ماشہ استعمال کرو ایک گولی میں رکھ لیا کرو تو مرد۔ عورت۔ بچہ کو بیماریوں سے شفا ہو جائے فی تولہ ۲/۳ تولہ ایک روپیہ ۲۵ گولیان ۸/

افیون چھڑانے کی گولیان۔ ایک گولی روز کھانے سے افیون کی عادت چھوٹ جائے گی ۴۰ گولیان ایک روپیہ سو گولیان پانچ روپے مقوی گولیان بھی ہیں جن کی قیمت اور فوائد خط وکتابت سے معلوم کرو ۔

المشتہر

رحمت اللہ احمدی دوائی خانہ احمدی بگا کلان ڈاک خاص امرتسر ۔

خبریں

سالونیکا کی حالت لنڈن ۷ فروری۔ سالونیکا پر حملہ کرنے کے متعلق جرمنوں اور بلغاریوں میں بہت کچھ باہمی بدمزگیان پھیلی ہوئی ہیں۔ بلغاری اس کے خلاف ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اس لڑائی میں سب سے زیادہ حصہ لینا پڑیگا۔

بلقان پر فرانسیسی ہوائی حملہ لنڈن ۴ فروری۔ پیرس اخبار ٹمیس کا نامہ نگار مقیم ایتھنز رقم طراز ہے۔ کہ پٹیرش پر فرانسیسی ہوائی حملے کے دوران میں ہوائی جہاز ۲۰ منٹ تک کیمپ پر منڈلاتے رہے اور انہوں نے ۳۰۰ بم گرائے ایک بلغاری اعلان مظہر ہے کہ بلغاری کمپون میں ۷۰۴ آدمی ہلاک ہوئے اور کہ قریب ایک ہزار سے زیادہ کل آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے ۔

ایک برٹش جہاز غرق لنڈن ۷۔ فروری برٹش جہاز بلگونی غرق کر دیا گیا۔ دو یم افسر غرق ہو گیا ۔

چین میں بغاوت لنڈن ۷ فروری۔ پیکین سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ سرکاری افواج نے باغیوں کو سیوفو کے شمال مشرق میں ۱۶ میل کے فاصلے پر شکست دیکر اہم پوزیشنوں پر قبضہ کر لیا اور ۳۰۰ باغی قتل اور قید کئے ہیں۔ سرکاری افواج سیوفو کی طرف جا رہی ہیں ۔

کیمرونز میں جنگ لنڈن ۶۔ فروری۔ میڈرڈ۔ ۹ صد جرمن اور ۱۴ ہزار نیٹو باشندے کیمرونز سے سپینش گانیا میں چلے گئے ہیں۔ ان کو غیر مسلح اور نظر بند کیا گیا ہے ۔

جرمن تیاریان لنڈن ۶ فروری۔ امسٹرڈم۔ مغربی محاذ کے پیچھے جرمن بدستور سامان بارود کے ذخائر اور کئی توپین جمع کر رہے ہیں۔ انجینیر بھی پہنچ گئے ہیں لیکن کوئی نئی پیدل فوج نہیں آئی۔ جرمن فوجی سپاہی بیان کرتے ہیں۔ کہ آرمنٹیرز کے علاقہ کے حملے میں جرمنوں کے ۱۲ صد آدمی بوجہ انگریزوں کی قادر اندازی کے ہلاک ہوئے۔

لنڈن ۷۔ فروری۔ پیرس برٹش اور فرانسیسی توپ خانہ نے بونگیمی میں جرمنوں کی خندقین تباہ کر دین۔ خندقین صاف کر دی گئیں اور زہریلی گیس کے گودام تباہ کر دیئے گئے ۔